مقصود کعبہ

آیۃ اللہ العظمی سید العلماء سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

رشحات قلم اعلیٰ حضرت سرکار آصف جاہ محمد محبوب علی خان بہادر آصف مرحوم نظام حیدر آباد دکن

خدا کے راز رسالت مآبؐ سمجھے ہیں
نبیؐ کے سرّ خفی بوترابؑ سمجھے ہیں
علیؑ نبیؐ سے، نبیؐ ہیں علیؑ سے، یہ حق ہے
ہم اس حدیث کو ام الکتاب سمجھے ہیں
جو سچ کہو تو خدائی میں بندۂ یکتا
علیؑ کو بعد رسالت مآبؐ سمجھے ہیں
جہاں میں کہتے ہیں اکسیر جس کو اے آصفؔ
ہم اس کو خاک در بوترابؑ سمجھے ہیں

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ عَلِیٌّ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْ عَلِیٍّ اَخْرَجَہٗ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِیُّ وَ النَّسَائِی وَ ابْنُ مَاجَۃ۔

حضرت رسولؐ نے فرمایا: علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں'' اس کا امام احمد بن حنبل ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے اپنے صحاح میں نقل کیا ہے۔

(صواعق محرقہ مصنفہ علامہ ابن حجر مکی، مطبوعہ مصر ۷۵)

قطعہ بتقریب عید امیر ۱۳/ رجب کلام فصاحت التیام سلطان العلوم اعلیٰ حضرت سرکار محمد عثمان علی خان نظام حیدر آباد دکن خلد اللہ ملکہٗ

رشتہ اش با نبیؐ بلافصل است
چہ علیؑ را بہ مصطفیؐ وصل است
بہر ہستی وجود او عثمان
در چمن چوں بہار را فصل است

با این وجہ کہ بعد رسول اللہؐ وجود او بحق اسلام حجت خدا بود لاریب وما آزاد مشربیم۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ لِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَنْتَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِیْ۔

''حضرت صلعم نے فرمایا علیؑ بن ابی طالب سے کہ تم ہر مومن کے ولی ہو میرے بعد''

(استیعاب مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد ج ۲/ص ۴۷۰)

علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے مَا صَحَّ عِنْدَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ ھُوَ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَ عَادَ مَنْ عَادَاہُ اِنَّ عَلِیًّا مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْہُ وَ ھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِیْ۔

صحیح روایت میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد

ہے کہ خداوندا دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے۔ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں اور وہ ولی ہیں ہر مومن کے میرے بعد۔

(منح مکیہ مطبوعہ مصر ص ۲۳۷)

امیرالمومنین مولا علی علیہ السلام کا مرتبہ
از قلم مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی

ہمارے مولا امیرالمومنین علی علیہ السلام کا مرتبہ تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے زیادہ تھا کیونکہ آپ علوم صرف، نحو، فلسفہ اور فلکیات میں بے مثل تھے آپ کا اسلام سے تعلق ایسا ہی تھا جیسا کہ جسم کو روح سے ہوتا ہے اگر آپ کا وجود نہ ہوتا تو اسلام ایک جسد بے روح رہ جاتا۔ میں نے ایک کتاب ''علیؑ اور آپ کا فلسفہ'' لکھی ہے لیکن وہ ابھی تک طبع نہیں ہوئی مجھے مسرت ہوئی کہ مولانا محمد علی الحاج سالمین نے اس ضرورت کو پورا کر دیا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی کتاب ''علی دی خلیفہ'' کا اچھا اثر ہوگا۔ حضرت علیؑ یوں تو خلفا کے تسلسل کے لحاظ سے جو کہ پیغمبر اسلامؐ کی رحلت کے بعد ہی عرب پر حکمراں ہوئے چوتھے خلیفہ تھے لیکن حقیقت میں آپ کی سیاسی قابلیت اور جنگجویانہ خصلت کے لحاظ سے آپ خلفیہ اول دوم اور سوم بھی شمار ہو سکتے ہیں آپ کی شخصیت نبوت کے درجہ کمال کا نمونہ تھی آپ نے بچپن میں اسلام قبول فرمایا۔ اور آپ نے ہجرت کی رات پیغمبر اسلامؐ کے بستر پر آرام کر کے جب کہ کافروں کی تلواریں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھیں پیغمبر اسلامؐ کی مدد کی یہ قربانی خالص عدم تشدد کے اصول پر مبنی تھی جو کہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے بے نظیر تھی تاریخ اسلام میں سب سے پہلی جنگ بدر کی تھی جس میں مسلمان مجبوراً دشمنوں کے خلاف تلواریں کھینچنے پر مجبور ہو گئے تھے حضرت علیؑ نے سب سے پہلے فتح حاصل کی وہی خدا اور رسولؐ کے پیارے علیؑ جن کے ہاتھوں کافران مکہ نے شکست کھائی اور ہلاک ہوئے جنگ احد میں اگر حضرت علیؑ کی زبردست شجاعت کام میں نہ آتی جنھوں نے اس موقعہ پر حیرت انگیز تحمل سے مسلمانوں کی حالت کو سنبھالا تو مسلمانوں کو شکست فاش ہو جاتی۔ آپ نے جنگ خندق وخیبر فتح کی، فتح مکہ بھی بہت بڑی حد تک آپ کی بہادری اور سپاہیانہ جوہر کی رہین منت ہے۔ خلیفہ اول کے دور حکومت میں جب کہ بہت سے مسلمان اپنی پچھلی ایڑیوں پر پلٹ گئے تھے حضرت علیؑ کے عمدہ مشورے نے ابوبکر کو مشکلات سے نجات دلائی اور حضرت عمرؓ کو بھی آپ اسی طرح نہایت خلوص کے ساتھ مشورہ دیتے رہے اور آپ ہی کی امداد نے حضرت عثمان کی نام آوری میں اضافہ کیا۔ خلیفہ سوم کے مصائب کا باعث زیادہ تر یہ تھا کہ انھوں نے جناب امیرؑ کے قیمتی مشوروں پر عمل کرنے میں تساہل کیا۔ جب آپ خود خلیفہ ہوئے تو آپ نے دنیا کے آگے ایک ایسا بے مثل دستور حکومت پیش کیا جس کا دنیا نے تصور تک نہ کیا تھا اور جس سے روم وفارس کے دساتیر اور آئین بھی مقابلہ نہیں کر سکتے تھے جن کا سیاسی نظام العمل بہترین تصور کیا جاتا تھا لیکن دنیا ابھی اس درجہ پر نہیں پہنچی تھی کہ آپ کے دستور کے عملی مفاد کو سمجھتی۔ اس لئے اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لوگ آپ کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ آپ نے عمدہ نظام حکومت پیش نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس کا باعث بنی امیہ کی سیاسی جماعتیں اور ان کی حکومت کے خلاف ان جماعتوں کی بغاوت تھی نہج البلاغہ میں علیؑ کے مواعظ اور ابن ابی الحدید کی

شرح پڑھنے سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ ایک بڑے مدبر تھے۔ اور آپ نے جو دستور حکومت اور اس کے اصول پیش کئے تھے وہ زمانۂ جدید کے جمہوری اصول سے بہتر اور زیادہ عملی تھے موجودہ زمانہ میں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ اصول اشتراکیت مساوات پر مبنی ہے۔ لیکن اس اصول پر عمل کرنے میں بے شمار مشکلات پائی جاتی ہیں جس سے اس کے ناقابل عمل و نامکمل ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ ایسے زمانہ میں جو دستور حکومت جناب امیرؑ نے پیش کیا وہ ہماری توجہ کے لائق ہے کہ یہ بہت ہی زیادہ آسان اور قابل عمل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس نکتہ نظر سے حضرت علیؑ کے اعلیٰ تدبر پر نظر نہیں ڈالی جس کی انھیں اور تمام دنیا کو ہمیشہ سے ضرورت رہی ہے۔

رباعی
نتیجہ فکر جناب ضیایار جنگ مفتی ضیاء الدین صاحب حنفی سابق رکن عدالت عالیہ حیدرآباد، دکن

کی توان شرح مقام مصطفیؐ وبو ترابؑ
آن نبیؐ و این ولیؑ، آن آفتاب این ماہتاب
شہر علم مصطفیؐ را جز علیؑ بابی نبود
یا رب این قصر خلافت را چرا شد چار باب

رسم بیعت دگر و حق خلافت دگر است

غزل مفتی ضیاء الدین المخاطب ضیایار جنگ سابق رکن عدالت العالیہ، حیدرآباد دکن

رنگ توحید بہ ہر مذہب وملت دگر است
رسم ہر فرقہ وآئین وعقیدت دگر است
فرقہ سازانِ جہان تفرقہ انداختہ اند
نہ شریعت دگر است و نہ طریقت دگر است
نخل اسلام بُریدند کنون میوہ کجا
آن تَفَکُّہ کہ دہد ذوق بہ امت دگر است
من نہ گویم کہ علیؑ شامل اصحاب نبود
فضل صحبت دگر وفضل اُخوت دگر است
مسند ختم رسلؐ ارث کسی نیست ضیاؔ
رسم بیعت دگر و حقِ خلافت دگر است

شرح از سرکار بندگان عالی حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ

ف (۱) خوب کہا ہے۔ اس غزل کے مفہوم ومضمون سمجھنے کے لئے قابلیت کی ضرورت ہے۔ بالفاظ دیگر عام طبقہ جو کہ علم وفضل سے بے بہرہ ہے۔ وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

حضور نظام کا فرمان

ممالک محروسہ میں تیرہ رجب کی تعطیل

جلد (۶۵) حیدرآباد دکن ۱۶ رمہر ۱۳۴۳ف قدم ۱۱ رجمادی الاول ۱۳۵۳ھ یوم چہارشنبہ (۱۵)

بہ حکم عالی جناب مہاراجہ بہادر سرکشن پرشاد یمین السلطنت مابقا بہم پیشکار و صدر اعظم باب وحکومت سرکار عالی

پیش گاہ خسروی سے شرف ورود لایا ہوا فرمان عقیدت نشان مترشدہ ۱۱ رجمادی الاول ۱۳۵۳ھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

سید محمد مہدی معتمد صدر اعظم باب حکومت

فرمان

اس سال سے ہر سال رجب کی ۱۳؍ تاریخ جو ولادت جناب امیر علیہ السلام ہے اس دن ممالک محروسہ میں عام تعطیل قرار دی جائے کیونکہ جو عالی ہستی خانۂ کعبہ میں ظہور میں آئی وہ عجیب و غریب تھی۔

قطعہ بتقریب عید امیر علیہ السلام

علیؑ کو نازش بیت الحرام است
در آن او را ولادت لا کلام است
مسرت گوید اے عثمان کہ امروز
خوری گرمی نہ باور کن حرام است
(بمعنی حب) لاشک فیہ۔

اعلیٰ حضرت بندگان عالی متعالی مدظلہم العالی شرح دستخط مبارک۔ ۱۱؍ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ

حیرت انگیز ولادت اور عقول کی حیرت انگیز ٹھوکریں

آیۃ اللّٰہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

واقعہ اپنی نوعیت میں نرالا ہو تو کچھ تعجب نہیں کہ اس کے رموز میں سطحی نظریں ٹھوکریں کھاتی پھریں اور ناقص عقلیں اس کی تہہ تک پہنچنے کی فکر میں تاریکی و غموض کے پر پیچ راستوں کے اندر ہاتھ پاؤں مارتی رہیں اور پھر جب کہ اس غور و فکر کے اندر کوئی ذاتی جذبہ بھی کارفرما ہو۔

جس طرح پہلی تاریخ کے چاند پر غور کرنے والا شخص بسا اوقات اپنی قوت متخیلہ کی امداد سے بہت سے ایسے چاند دیکھ لیتا ہے جن کا وجود نہیں ہے اور کبھی یقین بھی کر لیتا ہے کہ بیشک میں نے چاند دیکھا حالانکہ چاند کا پتہ نہیں اور کسی کے انتظار میں دروازہ کی کھٹکھٹاہٹ پر کان لگانے والا ہر مرتبہ اس کا احساس کرتا ہے کہ کوئی پکار رہا ہے یا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے، اسی طرح کسی خاص جذبہ کے ماتحت عقل پر زور دینے والا بہت سی باتوں کو حقیقت کے لباس میں دیکھنے لگتا ہے حالانکہ ان کو حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

بیشک جس طرح پہلے کا علاج یہ ہے کہ وہ نظر کو گڑو کر دیکھے تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ جس کو چاند سمجھ رہا ہے وہ ایک خط وہمی ہے اور پورے طور سے دھیان کر کے سنے تو معلوم ہو کہ اس کی سنی ہوئی آواز خود اسی کے کانوں کی پیداوار ہے اسی طرح اس کی تدبیر یہ ہے کہ وہ اپنے ذہن کو ہر قسم کے جذبات سے صاف کر کے حقیقت پر بغیر کسی لگاوٹ کے غور کرے اور اپنے خیالات کا عقلی و نقلی مسلمہ مقدمات کے معیار کے مطابق جائزہ لے تو معلوم ہو جائے گا کہ جسے وہ حقیقت سمجھتا تھا وہ سراب خیال ہے۔

۱۳؍ رجب اور امیر المومنینؑ کی ولادت خانہ کعبہ کا واقعہ خود اپنی نوعیت میں بے نظیر تھا اور پھر عام اعتقادات نے ظاہری تربیت خلافت کو ترتیب فضیلت کا معیار قرار دے کر ذہنیتوں میں جو جمود پیدا کر دیا اس کا نتیجہ یہ تھا کہ امیر المومنینؑ کی ہر فضیلت پر جو حضرت کی ذات سے مخصوص ہے اسی جذبہ کے تحت میں نظر کی گئی کہ وہ اپنے ذاتی خیالات و جذبات میں رخنہ انداز ہے لہٰذا کوشش سے ایسے وجوہ کی تلاش کی جائے جو اس فضیلت کو پامال یا کم سے کم مشکوک بنا دینے کا ذریعہ ہو سکیں چنانچہ ولادت امیر المومنینؑ کے متعلق بھی طرح طرح کے اعتراضات پیش کر کے پردہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے جن پر اسلامی احادیث و سیر کی روشنی میں منصفانہ نظر ڈالنا

تحقیق پسند انسان کا فرض ہے۔

پہلا اعتراض

کعبہ کے احترام پر گستاخانہ حملہ

''امیر المومنینؑ کی ولادت خانۂ کعبہ کے وقت کعبہ قبلہ نہ تھا، بت خانہ تھا تو ایک بت خانہ میں پیدا ہونا کون سے شرف کی بات ہے۔''

اس اعتراض کی جو نوعیت ہے وہ درحقیقت بیت اللہ الحرام خانہ کعبہ کی توہین اور اس کی عظمت وجلالت کی سبک اندیشی پر مشتمل ہے۔

اعتراض سے صاف ظاہر ہے کہ کعبہ کو جو کچھ شرف حاصل ہوا وہ قبلہ ہونے کے بعد سے اور اس کے قبل وہ عام بت خانوں کے مثل ایک بت خانہ تھا لیکن یہ خیال بالکل تاریخ وحدیث اور اسلامی آثار سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ سرزمین مکہ کا یہ مقدس گھر جس کا نام کعبہ ہے، اپنے احترام وجلالت میں کسی خاص وقت وزمانہ کا پابند نہیں ہے بلکہ اول مبداء تکوین ہی سے اس کی جلالت قدر اور رفعت وعظمت محفوظ تھی۔ وہ وقت کہ جب بنی آدم کا وجود نہ تھا اور ورق عالم وجود انسان کے نقش سے سادہ تھا اسی وقت یہ گھر اپنے مرتبہ وعظمت میں مخصوص امتیاز کا مالک تھا۔ اور اسی وجہ سے جب بنی آدم کا وجود ہوا تو ان کے لئے طواف وعبادت کے واسطے یہی گھر منتخب ہوا چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ۔ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ۔

(آل عمران/ ۹۶-۹۷)

''یقین جانو کہ سب سے پہلا گھر جو بنی آدمؑ کے لئے قرار دیا گیا وہ گھر ہے جو مکہ میں ہے، وہ مبارک ہے اور تمام عالم کی ہدایت (کا باعث) ہے۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جیسے مقام ابراہیمؑ جو شخص اس میں داخل ہوجائے وہ امان میں ہے اور خدا کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج واجب ہے، اس شخص پر جو اس کی قدرت رکھتا ہو اور جو شخص کفر اختیار کرے (تو کرے) خدا تمام عالم سے بے نیاز ہے۔''

تفسیر بیضاوی میں جو اہلسنت کی مستند کتاب ہے، آیت مذکورہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے:

هُوَ اَوَّلُ بَيْتٍ بَنَاهُ آدَمُ فَانْطَمَسَ فِي الطُّوْفَانِ ثُمَّ بَنَاهُ اِبْرَاهِيْمُ وَقِيْلَ كَانَ فِيْ مَوْضِعِهِ قَبْلَ اٰدَمَ بَيْتٌ يُقَالُ لَهُ الضُّرَاحُ وَيَطُوْفُ بِهِ الْمَلٰٓئِكَةُ فَلَمَّا اُهْبِطَ اٰدَمُ اُمِرَ بِاَنْ يَحُجَّهُ وَيَطُوْفَ حَوْلَهُ وَرُفِعَ فِي الطُّوْفَانِ اِلَى السَّمَآءِ الرَّابِعَةِ يَطُوْفُ بِهِ مَلٰٓئِكَةُ السَّمَآءِ۔

(طبع اسلامبول، ص۱۸)

''یہ سب سے پہلا گھر ہے جس کو آدمؑ نے تعمیر کیا لیکن طوفان نوحؑ میں وہ بے نشان ہوگیا پھر حضرت ابراہیمؑ نے اس کی تعمیر کی اور بعض نے کہا ہے کہ اس جگہ پر حضرت آدمؑ کے پہلے ایک گھر تھا جس کا نام تھا ''ضراح'' اور ملائکہ اس کا طواف کیا کرتے تھے، جب آدمؑ زمین پر اتارے گئے تو ان کو حکم ہوا کہ اس کا حج کریں اور اس کے گرد طواف کریں اور طوفان نوحؑ میں آسمان چہارم پر اٹھا لیا گیا کہ ملائکہ آسمان اس کا طواف کریں۔''

دوسری آیت: وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ۔ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي

فَإِنَّکَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ رَبَّنَا اِنِّی أَسكَنتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِی إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ۔ (ابراہیم/۷-۳۵)

''اور جب کہ کہا ابراہیمؑ نے پروردگارا اس شہر کو جائے امن قرار دے اور مجھ کو اور میری اولاد کو بچا اس بات سے کہ ہم بتوں کا پوجا پاٹ کریں۔ پروردگارا یہ بت بہت لوگوں کی گمراہی کا باعث ہوئے ہیں تو جو شخص میری پیروی کرے وہ مجھ سے ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو مغفرت ورحم تیرا کام ہے۔ پروردگارا میں نے اپنی اولاد میں سے کچھ کو سا کن کیا ہے ایسی وادی میں جو بے زراعت ہے تیرے محترم گھر کے پاس، بارالہا تاکہ یہ نماز کو قائم کریں۔ اب تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف موڑ دے اور ان کو میووں کے ساتھ رزق پہنچا اس لئے کہ یہ تیرا شکرادا کریں۔''

علامہ بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

عِنْدَ بَيْتِکَ الَّذِیْ حَرَّمْتَ التَّعَرُّضَ لَهُ وَالتَّهَاوُنَ بِهٖ اَوْ لَمْ يَزَلْ مُعَظَّمًا مُمْنَعَاتُهَا بِهِ الْجَبَابِرَةُ اَوْ مُنِعَ مِنْهُ الطُّوْفَانُ فَلَمْ يَسْتَوْلِ عَلَيْهِ وَلِذٰلِکَ سُمِّیَ عَتِيقًا اَیْ اُعْتِقَ مِنْهُ۔

''تیرے محترم گھر کے پاس یعنی وہ گھر جس سے تعرض کو اور جس کی توہین کو تو نے حرام قرار دیا ہے یا جو ہمیشہ سے معظم ومحترم رہا ہے کہ بڑے بڑے اہل جبروت اس سے خوف کرتے تھے یا طوفان نوحؑ کو اس سے روک دیا گیا کہ اس پر غلبہ نہ پاسکا اسی وجہ سے اس کا نام عتیق ہوا یعنی یہ طوفان سے آزاد کیا گیا ہے''

ان تینوں آیتوں سے بضمیمۂ تفسیر چند باتوں کا انکشاف ہوتا ہے۔

(۱) کعبہ عالم کے مکانات میں سب سے پہلے خلق ہوا ہے۔

(۲) وہ خدا کی طرف سے متبرک قرار پایا ہے۔

(۳) آدم کو سب سے پہلے اس کے طواف وحج کا حکم ہو اور طوفان کے زمانہ میں ملائکہ اس کا طواف کرتے رہے۔

(۴) حضرت ابراہیمؑ کی دعا تھی ''عِنْدَ بَيْتِکَ الْمُحَرَّمِ'' ''تیرے محترم گھر کے پاس'' اس سے ظاہر ہے کہ خلیل اللہ کے زمانہ سے کعبہ کا احترام بجائے خود ثابت ہے۔

(۵) طوفان نوح جو تمام عالم کو محیط ہو گیا تھا وہ بحکم خدا اس مقام سے علیحدہ تھا اور خانہ کعبہ اس سے محفوظ تھا۔

اس کے علاوہ خانۂ کعبہ کی تعمیر جس اہتمام اور جن ہاتھوں سے ہوئی وہ اس گھر کی جلالت وعظمت کو ثابت کرنے کے لئے بہت کافی ہے۔

سب سے پہلے معمار اس گھر کے ملائکۂ مقربین ہیں کہ انھوں نے خدا کے حکم سے آکر اس کی تعمیر کی جس کا تذکرہ علامہ قطب الدین حنفی کی کتاب الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام (مطبوعہ مصر ص ۱۳) میں موجود ہے۔

دوسری تعمیر حضرت صفی اللہ آدمؑ کے ہاتھوں ہوئی۔

(ص ۱۳ کتاب الاعلام)

تیسری تعمیر اولاد آدم کے ہاتھوں ہوئی اور چوتھی تعمیر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ہاتھوں سے ہے جس کے متعلق علامہ قطب الدین حنفی لکھتے ہیں:

كَانَ اِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَبْنِیْ وَاِسْمٰعِيلُ يَنْقُلُ لَهُ الْاَحْجَارَ عَلٰی عَاتِقِهٖ فَلَمَّا ارْتَفَعَ الْبُنْيَانُ قَرَّبَ لَهُ الْمَقَامَ فَكَانَ يَقُوْمُ عَلَيْهِ وَيَبْنِیْ وَيُحَوِّلُهُ لَهُ

اِسمٰعِيلُ فِیْ نَوَاحِیْ الْبَيْتِ حَتّٰی اَنْتَهٰی اِلٰی مَوْضَعِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ فَقَالَ اِبْرَاهِيمُ لِاِسمَاعِيلَ يَا اِسمٰعِيلُ اِيْتِنِیْ بِحَجَرٍ اَضَعُهٗ هُنَا لِيَكُوْنَ عَلَمًا لِلنَّاسِ يَبْدَأُوْنَ مِنْهُ الطَّوَافَ فَذَهَبَ اِسمٰعِيلُ فِیْ طَلَبِهٖ فَجَآئَ جِبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰی سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيمَ بِالْحَجَرِ الْاَسْوَدِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِسْتَوْدَعَهٗ جَبَلَ اَبِیْ قُبَيْسٍ عِنْدَ طُوْفَانِ نُوْحَ فَوَضَعَهٗ جِبْرَئِيل عَلَيْهِ السَّلَامُ فِیْ مَكَانِهٖ وَبَنٰی عَلَيْهِ اِبْرَاهِيمُ وَهُوَ حِيْنَئِذٍ يَتَلَأْلَائُ نُوْراً فَاضِائً شَرْقًا وَغَرْبًا وَيَمِيْنًا وَشِمَالًا۔

حضرت ابراہیمؑ تعمیر کرتے تھے اور اسمٰعیلؑ اپنے کاندھے پر پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ جب دیوار بلند ہوگئی تو حضرت ابراہیمؑ پتھر پر کھڑے ہوتے اور تعمیر کرتے تھے۔ اور اسمٰعیلؑ مختلف اطراف میں اس پتھر کو منتقل کرتے تھے یہاں تک کہ حجر اسود کی جگہ تک پہنچے۔ ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ سے کہا کہ ایک پتھر لاؤ تاکہ اس کو یہاں رکھ دوں، وہ لوگوں کے لئے علامت رہے گا کہ اسی سے طواف کی ابتداء کریں۔ اسمٰعیلؑ تو پھر ڈھونڈھنے کے لئے گئے ادھر جبرئیلؑ ابراہیمؑ کے پاس حجر اسود کو لے کر آئے، خدا نے طوفان نوحؑ کے زمانہ میں اسے کوہ ابوقبیس میں ودیعت کر دیا تھا جبرئیلؑ نے اس کی جگہ پر رکھا اور ابراہیمؑ نے اس پر تعمیر کی اور حجر اسود اس زمانہ میں اپنے نور وضیا سے چار طرف دنیا کو روشن کئے ہوئے تھا۔''

(کتاب الاعلام، ص ۱۴)

اس انتظام و اہتمام سے خدا کے حکم سے جس گھر کی تعمیر ہوئی ہو اس کے شرف و عظمت کا کیا پوچھنا؟ بلکہ اس صورت حال سے صاف ظاہر ہے کہ کعبہ کا شرف اور اس کی عظمت قبلۂ مسلمین ہونے کے بعد سے نہیں ہے بلکہ روز ازل جب کہ قسام ازل فضل و شرف کی تقسیم کر رہا تھا اس وقت تمام امکنۂ عالم میں کعبہ معزز و ممتاز ہو گیا تھا اور اس کو شرف و عظمت حاصل ہو چکا تھا۔ کعبہ میں بتوں کے رکھ دینے سے کعبہ کی عظمت گھٹ نہیں سکتی بلکہ یہ کفار مکہ کی نافہمی اور ناقدرشناسی تھی کہ انھوں نے ایسے متبرک و باعظمت مقام کو اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کے لئے منتخب کیا اور درحقیقت اگر غور کیا جائے تو اس کا باعث بھی کعبہ کا عظمت و شرف ہی تھا چونکہ تمام انبیاءؑ و رسلؑ کی زبان سے کعبہ کی عظمت گوش زد ہو کر دلوں میں راسخ ہو گئی تھی اس وجہ سے ان لوگوں نے اپنے معبودوں کے لئے اس گھر سے بہتر کوئی جگہ نہ پائی لیکن اس کی وجہ سے کعبہ کی عظمت کو کوئی صدمہ نہیں پہنچ سکتا۔

فتح مکہ ۸ھ میں ہوئی اور بتوں کا اخراج اسی سال ہوا ہے۔ یہ رسولؐ کی زندگی کا تقریباً آخری دور تھا۔ معترض کے مذاق کے موافق اس کے پہلے کعبہ بت خانہ تھا اور بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحویل قبلہ اس سے بہت پہلے کا واقعہ ہے۔ تو کیا کہا جا سکتا ہے کہ خدا نے ایک بت خانہ کو قبلۂ مسلمین بنا دیا؟

اسی طرح وجوب حج کی آیت بھی ۶ھ میں اُتری ہے جو بت شکنی کے تین سال پہلے کا واقعہ ہے تو کیا خدا نے بت خانہ کا حج و طواف مسلمانوں پر واجب کیا تھا؟

عبدالمطلبؑ کے زمانہ میں ابرہہ کا حملہ اور اصحاب فیل کی یورش اور قدرت خدا سے ابابیلی عسکر کے ہاتھوں اس کی تباہی قرآن مجید کے صفحات پر موجود ہے۔ کیا خدا کی طرف سے ایک بت خانہ کی حفاظت یوں ہی کی جاتی ہے؟

معلوم ہوا کہ بتوں کے رکھ دینے سے کعبہ کا شرف گھٹ نہیں گیا تھا۔ اسی وجہ سے کعبہ کے قبلہ بنانے اور اس کا حج

واجب کرنے میں بتوں کے ہٹنے کا انتظار نہیں کیا گیا اور ابرہہ کے حملہ سے حفاظت بھی اخراج اصنام پر موقوف نہیں رہی۔

کعبہ بیت اللہ الحرام تھا جس کا حج وطواف ہمیشہ سے واجب ہے اور چونکہ تمام امکنۂ عالم میں افضل و بہتر تھا خدا کی طرف سے امیرالمومنینؑ کی ولادت کے لئے منتخب ہوا اور اس نے اپنی قدرت وحکمت سے بند دروازہ کو چھوڑ کر نیا در بنایا اور اپنے بندۂ خاص کی ولادت کے لئے اپنے خاص گھر کو خالی کر دیا اور لطف یہ ہے کہ کعبہ کے دامن پر بت خانہ کے لفظ کو کہہ کر جو دھبہ لگایا گیا تھا اس کے چھڑانے کا سہرا بھی اسی مولود کے سر بندھا اور دوش نبی پر قدم رکھ کر کسر اصنام اسی ہستی کے دفتر فضائل کا ایک مختصر باب ہے۔

دوسرا اعتراض

''پیدائش کے وقت زچہ جس طرح کے نجاسات سے آلودہ ہوتی ہے وہ کسی طرح کعبہ کی طہارت وعزت سے مناسبت نہیں رکھتے، لہٰذا یہ روایت ماننے کے قابل نہیں ہے۔''

یہ سوال درحقیقت خداوندعالم پر اعتراض کی شان رکھتا ہے۔ بعد اس کے کہ شیعہ وسنی دونوں فریق کی کتابوں سے یہ مطلب بالکل ثابت ہے کہ امیرالمومنین علیؑ کی ولادت خداوندعالم کے حکم سے کعبۂ مشرفہ کے اندر ہوئی اور فاطمہ بنت اسد کو خداوندعالم نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ کعبہ کے اندر جگہ دی تو اب اس سوال کا موقع ہی نہیں رہتا کہ کعبہ مطہر ہے اور ولادت کے وقت زچہ نجاست سے آلودہ ہوتی ہے۔

معترض کی نظر میں شاید نظام عادی غیر ممکن التبدّل اور خداوندعالم اس کے تغیر وتبدل سے عاجز ہے اور خدا کا دائرہ قدرت واختیار تنگ ہے۔ جن چیزوں کا وجود عقلاً محال ہے ان سے بے شک قدرت کا تعلق نہیں ہوتا لیکن جو چیزیں عقلاً محال نہ ہوں اور امکانی حدود کے اندر ہوں ان کا نظام عادی کے خلاف واقع ہونا کسی عقلی ہدایت یا نظریہ کے خلاف نہیں ہے۔

ولادت کے وقت عورتوں کا معمولی نجاسات سے ملوث ہونا نظام عادی کے مطابق سہی مگر عقلاً ضروری نہیں ہے اور نہ اس کے خلاف کوئی عقلی فیصلہ موجود ہے۔ ایسی صورت میں جب خداوندعالم نے فاطمہ بنت اسد کو اپنے حکم سے کعبہ کے اندر داخل کیا اور اس ولادت کو وہاں واقع ہونے دیا تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس نے اپنے معزز ومحترم گھر کی طہارت کا خیال رکھا ہے۔

اگر قرآن وحدیث کی روشنی میں نظر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ مولود وہ تھا جس کی طہارت کا خداوندعالم اپنی قوت باہرہ کے ساتھ ضامن ہو چکا تھا۔ اور اس کی پاکیزگی پر نہ ٹلنے والا ازلی ارادہ قائم تھا اور اسی بنا پر اسلامی کتب احادیث میں ایسے تصریحات موجود ہیں جو اس مقدس ذات کی غیر معمولی طہارت کا پتہ دیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ منادی مصری نے کنوز الدقائق میں جناب رسالت مآبؐ سے روایت کی ہے:

''لَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّجْنَبَ فِي الْمَسْجِدِ اِلَّا اَنَا اَوْ عَلِيٌ''

''کسی شخص کو جائز نہیں ہے کہ وہ مسجد میں جنب ہو سوائے میرے یا علیؑ کے۔''

اور ابوسعید خدری کی روایت ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِؐ يَا عَلِيَ لَا يَحِل لِاَحد اَنْ يَجْنَبَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ غَيْرِي وَغَيرَكَ۔

''حضرت رسولؐ نے فرمایا اے علیؑ کسی شخص کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اس مسجد میں جنب ہو سوائے میرے اور تمہارے۔''

اور شیخ سلیمان بلخی قندوزی نے ینابیع المودۃ میں روایت

کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں فرمایا:

اِنَّ عَلِیًّا مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُوْسٰی وَهُوَ مِنِّیْ وَلَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یَنْکِحَ فِیْهِ النِّسَآئَ اِلَّا عَلِیَّ وَ ذُرِّیَتَهٗ۔

اس قسم کی بہت سے احادیث کتب اہلسنت میں موجود ہیں اور ان کے علاوہ اگر ان احادیث پر نظر کی جائے جن میں جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بتولؑ نام ہونے کی وجہ بیان کی گئی ہے تو صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کی طہارت اس حد پر تھی کہ وہ اوقات جن میں عام افراد نجس سمجھے جاتے ہیں ان میں بھی ان حضرات کی طہارت اپنی حالت پر باقی رہتی تھی اور ان حضرات کے دامن تک نجاست کا گذر نہ تھا۔

پھر ان احادیث کو دیکھتے ہوئے جو مستند اسلامی کتب میں موجود ہیں خانۂ کعبہ میں امیرالمومنینؑ کی ولادت میں کون سا استبعاد ہوسکتا ہے؟ مولود جب اتنا مطہر و معصوم تھا تب ہی خالق کائنات کی جانب سے خانۂ کعبہ کو جس کی تطہیر کا ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو حکم ہو چکا تھا اور طَهِّرَا بَیْتِیَ کہہ کر اس کی طہارت میں اہتمام کا اظہار کر دیا گیا تھا اس کی ولادت کے لئے خالی کر دیا گیا اور بیت اللہ میں ولی اللہ کی ولادت ہوئی۔

تیسرا اعتراض

''یہ روایت کتب اہلسنت میں مذکور نہیں ہے''

اس کے لئے ان اجلہ علمائے اہلسنت کا نام لکھ دینا کافی ہے جن کا ذکر کرنا اس روایت کو اس کی صحت و اعتبار کا ضامن ہے۔

ابن مغازلی شافعی مصنف کتاب مناقب، علامہ بدخشی مصنف نزل الابرار، کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی مصنف مطالب السئول۔ ملا محمد صالح ترمذی کشفی مصنف مناقب مرتضوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی مصنف مدارج النبوۃ، مولوی محمد مبین فرنگی محلی مصنف وسیلۃ النجاۃ، سبط ابن جوزی مصنف تذکرۂ خواص الامۃ، علی بن برہان الدین شافعی مصنف انسان العیون، موفق بن احمد خوارزمی مصنف کتاب مناقب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب ازالۃ الخفاء۔

موخر الذکر بزرگ یعنی بیہقی ہند حضرت محدث دہلوی نے تو صاف صاف اس روایت کے تواتر کی گواہی دی ہے اور تحریر فرماتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَتِ الْاَخْبَارُ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَسَدٍ وُلِدَتْ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیًّا فِی جَوْفِ الْکَعْبَةِ فَاِنَّهٗ وُلِدَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ الثَّالِثَ عَشَرَ مِنْ شَهْرِ رَجَبٍ بَعْدَ عَامِ الْفِیْلِ بِثَلٰثِیْنَ سَنَةً فِی الْکَعْبَةِ وَلَمْ یُوْلَدْ فِیْهَا اَحَدٌ سِوَاهُ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ۔

''اخبار متواترہ سے ثابت ہے کہ فاطمہ بنت اسد کے بطن سے امیرالمومنینؑ کی ولادت عین کعبہ کے اندر واقع ہوئی اور آپ روز جمعہ ۱۳؍رجب عام الفیل سے تیس برس کے بعد کعبہ میں پیدا ہوئے اور کعبہ کے اندر کوئی شخص آپ کے قبل اور آپ کے بعد پیدا نہیں ہوا۔''

اس عبارت سے جہاں اس واقعہ کا تواتر ثابت ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ فضیلت حضرت سے مخصوص ہے اور آپ کے قبل و بعد کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا مگر کیا کہا جائے تعصب کو کہ جب امیرالمومنینؑ کی اس فضیلت کا انکار نقش برآب ہوا اور اسلامی تاریخ نے دھنوں پر ہاتھ رکھ دیا تو یہ قول تراشا گیا کہ یہ فضیلت امیرالمومنینؑ سے مخصوص نہیں ہے بلکہ

حکیم بن حزام بھی جاہلیت میں کعبہ کے اندر پیدا ہوا تھا۔

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ایسے متبحر عالم اپنی کتاب میں کیوں لکھ دیتے ہیں کہ لَمْ یُوْلَدْ فِیْهَا اَحَدٌ سِوَاهُ قَبْلَهٗ وَ لَا بَعْدَهٗ۔

''علیؑ کے پہلے اور ان کے بعد کوئی شخص کعبہ میں پیدا نہیں ہوا۔''

اور اخطب خوارزم مناقب میں لکھتے ہیں: لَمْ یُوْلَدْ فِی الْبَیْتِ قَبْلَهٗ اَحَدٌ وَهِیَ فَضِیْلَةٌ خَصَّه اللّٰهُ بِهَا اِجْلَالًا لَهٗ وَ اَعْلَاءً لِمَرْتَبَتِهٖ۔

''علیؑ کے قبل بیت اللہ میں کوئی شخص پیدا نہیں ہوا اور یہ وہ فضیلت ہے جس کو خدا نے اجلال و احترام کی غرض سے آپ کے ساتھ مخصوص قرار دیا۔''

کیا یہ لوگ جاہل تھے؟ تنگ نظر تھے؟ یا شیعہ تھے؟ یا تاریخ و حدیث سے بے خبر تھے؟ یقینا ان مستند علماء کے تصریحات کے بعد اس خیال کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی۔ والسلام۔

عظیم الشان مولود کا عظیم المرتبت باپ
ایمان ابو طالب

(نوشہ فاضل اجل اہلسنت مولانا عینی شاہ صاحب نظامی از حیدر آباد دکن)

جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے بڑے فدائی سب سے پہلے بڑے حمایتی اور سب سے پہلے بڑے عاشق دنیا میں حضرت ابو طالبؑ ہیں۔ آپ کی والہانہ محبت اور بیتابانہ الفت کا یار واغیار، دوست ودشمن کو بھی اعتراف ہے اور تو اور خدا خود حضورؐ نے بھی آپ کی اس دلی محبت کا بارہا ذکر فرمایا بلکہ بے انتہا متاثر بھی ہوئے۔ عشق محمدؐ میں ابو طالب کو نہ تن من کا ہوش تھا نہ قریش سے کوئی ان بن کا دھیان تھا۔ نہ اپنی سُدھ تھی نہ پرائی دُھن تھی۔ فکر تھی تو محمدؐ کی۔ دھن تھی تو محمدؐ کی، اس دھن میں انھیں اس غضب کا انہماک رہا کہ دل میں تصور محمدؐ تھا تو آنکھوں میں تصویر محمدؐ تھی۔ حضورؐ کے کھانے پینے تک نہ آپ کھاتے نہ بچوں کو کھلاتے۔ حضور کے پہنے بغیر نہ خود پہنتے نہ کسی کو پہناتے۔ دن بھر حضور کی خبر گیری اور خبر داری رات بھر محمد کی دلداری اور پہرہ داری یہ تھی حضرت ابو طالبؑ کی کارگزاری۔ حضورؐ کی دیکھ بھال، حضورؐ کی سنبھال، حضورؐ کی حمایت اور حضورؐ کے بچاؤ میں بقیہ عمر صرف کردی۔ مرتے دم تک یہی دھن رہی کہ محمد کا کیا ہوگا۔ ان کے دوش بدوش کون کھڑا رہے گا۔ آخری سانس بھی ان کے کام آئے تو زہے سعادت چنانچہ فرماتے ہیں:

وَاللّٰهِ لَنْ یَصِلُوْا اِلَیْکَ بِجَمْعِهِمْ
حَتّٰی رَسِدَ فِیْ التُّرَابِ دَفِیْنًا

میرے قبر میں اترنے تک دشمن کی رسائی تم تک محال ہے۔

حضورؐ نے بھی اس کا اعتراف فرمایا: یَا عَمِّ مَا اَسْرَعُ مَا وَجَدْتَ بَعْدَکَ۔ (ابونعیم)

خدا خدا کر کے حضورؐ پورے چالیس برس کے ہو چکے، بال بچے والے بنے، خدا کی عنایت سے نبیؐ اور رسولؐ بھی ہو گئے۔ مگر ابو طالبؑ کا آپ سے وہی عشق رہا اور وہی پیار رہا اور وہی محبت رہی بلکہ دن بڑھتے تھے تو محبت بھی بڑھتی گئی نئے دین کی ترویج اور جدید ملت کی اشاعت نے ابو طالب کے عشق کو نہ گھٹایا نہ مٹایا اب تو آپ ہمہ تن حضور کے بچاؤ اور طرفداری میں مصروف ہو رہے۔ ادھر بنی ہاشم کو آپ کی اتباع

کا شوق دلاتے تھے اور ادھر قریش سے کہتے تھے کہ محمدؐ کی سنو محمدؐ کی بات مانو ایک دن ان کا بڑا مرتبہ ہونے والا ہے ان کا دین جو سب دینوں میں بہتر ہے عالمگیر دین ہوگا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّۃِ دِیْنًا۔ اور یقینا میں نے جان لیا کہ دین محمدؐ مخلوق کے بہترین ادیان میں سے (ایک دین) ہے۔ (ابن سعد) دین سے بڑھ کر دین والے کی تعریف فرماتے ہیں اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا رَسُوْلًا کَمُوسیٰ صَحَّ ذٰلِکَ فِی الْکُتُبِ معاشر قریش کیا تمہیں خبر نہیں کہ محمدؐ بھی موسیٰؑ کے جیسے نبی ہیں جس کی شہادت کتب سماوی دے رہی ہیں۔

حضرت ابوطالبؑ کو نہ صرف دین محمدیؐ کی صداقت اور حضور سرور عالم کی نبوت کا اعتراف تھا بلکہ بروایت بخاری ایک حد تک دین محمدیؐ کی تبلیغ و ترویج میں سعی بھی کی ہے۔ اپنے بچوں کو وصیت کی اِلْزَمْ اِبْنَ عَمِّکَ وَصَلِّ جَنَاحَ ابْنِ عَمِّکَ۔ (اصابہ) جان پدر محمدؐ سے چمٹے رہو اور ان کے دوش بدوش عبادت کیا کرو اور قریش کو مخاطب کر کے بارہا کہا حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ ابْنُ اِخِیْ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَہٗ بِصِلَۃِ الْاَرْحَامِ وَاَنْ یَعْبُدَ اللّٰہَ وَلَا یَعْبُدُ مَعَہٗ اَحَدًا وَمُحَمَّدُ عِنْدِی الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ وَاللّٰہِ مَا کَذَبَ قَطُّ۔

(خطیب ابن سعد، حاکم وطبرانی)

میرے بھتیجے محمدؐ نے مجھ سے فرمایا کہ خدا نے اس کو صلۂ رحم اور اپنی ہی عبادت کا حکم دیا ہے۔ غیر خدا کی پرستش سے منع فرمایا ہے اور محمدؐ میرے نزدیک سچے اور امین ہیں قسم بخدا انھوں نے کبھی بھی دروغ بات نہیں کہی ہے ابوطالب نے اپنے اس ایقان کو نظم بھی کیا ہے۔

وَدَعَوْتَنِیْ وَعَلِمْتُ اِنَّکَ صَادِقٌ
وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَکُنْتَ ثُمَّ اَمِیْنًا

(اے محمدؐ) تم نے مجھے (اسلام کی) دعوت دی میں نے جان لیا کہ یقینا تم سچے ہو اور یقینا تم سچے ہو اور پھر امین بھی ہو۔

اس راسخ الاعتقادی کی بنا یہ تھی کہ ابوطالب کو بھی حضور کے بچپن سے آپ کی زندگی کے مختلف واقعات اور مافوق الفطرت حالات کے مطالعہ کا خاصہ موقع ملا۔ آپ نے بیسوں خرق عادات دیکھے۔ کئی معجزوں کا مشاہدہ فرمایا۔ راہبوں، کاہنوں اور یہودیوں سے آپ کی نبوت کی صداقتیں سنیں۔ پیدائش کے غیر معمولی حالات مطالعہ کئے حضور کی دعا سے خود شفایاب ہوئے۔ (ابن عدی) ذری المجاز میں آپ کے قدم کے نیچے سے سرچشمۂ آب کا نکل آنا دیکھا (ابن سعد) خشک سالی میں آپ کا پانی برسانا ملاحظہ فرمایا (خطابی) صحیفہ قریش کا دیمک چاٹ جانا دیکھا (بخاری) ابر کا سایہ آپ کے سر پر ملاحظہ فرمایا اور کئی معجزے مشاہدہ کئے اور ہر مرتبہ فرماتے تھے وَاللّٰہِ لَاَنْتَ مُبَارَکٌ۔ خدا کی قسم تم بڑے مبارک ہو۔

ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے سفاقسی نے تمہید میں لکھا ہے: اَنْ اَکُوْنَ الْاِیْمَانُ ھُوَ التَّصْدِیْقُ فقط وَقَدْ صَحَّ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ ھٰکَذَا یعنی ایمان صرف تصدیق ہے اور ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں: اِنَّ الْاِقْرَارَ بِاللِّسَانِ شَرْطٌ لِاِجْرَاءِ الْاَحْکَامِ حَتّٰی اَنَّ مَنْ صَدَقَ الرسل فِی جَمِیْعِ مَا جَاءَ بِہٖ وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَقَالَ النَّسَفِیْ اِنَّ ذٰلِکَ ھُوَالْمَرْوِیُّ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاِلَیْہِ ذَھَبَ الْاَشْعَرِیُّ وَھُوَ مَذْھَبُ الْمُتَصَوِّرِ۔

''اقرار باللسان احکام اسلامی کے جاری ہونے کی شرط ہے یہاں تک کہ وہ اس کی تصدیق کرے جو شریعت و پیغام

نبی لائے ہیں تو وہ مومن ہے۔ نسفی نے کہا کہ ایمان کی یہی تعریف ابوحنیفہ نے کی ہے اور ابوالحسن اشعری کا بھی یہی نظریہ ہے اور یہی مذہب حق ہے۔''

امام عضد الدین شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

اَلْاِیْمَانُ عِنْدَنَا هُوَ تَصْدِیْقُ الرَّسُوْلِ فِیْمَا عَلِمَ مَجِیْئَهٗ بِهٖ ضَرُوْرَةً وَهُوَ قَوْلُ الْغَزَالِیْ وَاِمَامُ الْحَرَمَیْنِ وَالْاَشْعَرِیْ وَقَوْلُ الْقَاضِیْ الْبَاقْلَانِیْ وَالْاُسْتَاذُ اَبِیْ اِسْحَاقُ الْاَسْفَرَ اَئنِیْ وَنَسَبَهُ التَّفْتَازَانِیْ اِلٰی جَمْهُوْرِ الْمُحَقِّقِیْنَ۔

''ایمان ہمارے نزدیک رسولوں کی تصدیق ہے اور جو شریعت وہ لائے ہیں اس میں ضروریات دین کی تصدیق کرے۔ یہی قول غزالی، امام الحرمین اشعری وقاضی الباقلانی اور استاد ابی اسحاق اسفرائنی اور تفتازانی نے اس قول کی نسبت جمہور محققین کی طرف دی ہے۔''

یعنی جمہور علمائے محققین کے عندیہ میں ایمان صرف تصدیق قلبی ہے۔

یہ بات تو حضرت ابوطالبؑ کو حاصل تھی۔

بیہقی نے دلائل میں حضرت انس سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی کی فریاد پر حضور نے بارش کی دعا فرمائی اتنا پانی برسا کہ غرق آب ہونے کی نوبت آگئی پھر لوگ حاضر ہوئے موقوفی باران کی دعا چاہی فرمایا: اَللّٰهُمَّ حَوَالَیْنَا لَا عَلَیْنَا۔ اس کے ساتھ ہی پانی تھم گیا۔ حضورؐ نے تبسم فرمایا اور کہا خدا ابوطالبؑ کو جزائے خیر دے وہ زندہ ہوتے تو آج کے معجزہ پر بہت خوش ہوتے اور ان کا وہ شعر انھیں محظوظ کرتا حضرت علیؑ نے عرض کیا شاید ابوطالب کے اس شعر

وَابْیَضُ یَسْتَقِی الْغَمَامَ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْیَتَامیٰ عِصْمَةً لِّلْاَرَامِلِ

کی طرف ارشاد مبارک ہے۔ فرمایا ہاں ہاں اسی کی طرف میری مراد ہے۔

اس حدیث سے ابوطالب کے لئے دعائے خیر فرمانا اور ابوطالب کو معجزات نبویہ پر جو مسرت ہوتی تھی اس کا اظہار فرمانا ثابت ہے۔ وہ قصیدہ جس کا یہ ایک شعر ہے اسّی شعر کا ہے۔ اس کی فصاحت وبلاغت کی داد فصحائے عرب نے دی۔ یہ اسی وقت نظم کیا تھا جب آنحضرت اور سارے بنی ہاشم شعب ابوطالب میں محصور تھے۔ حافظ ابن سعد نے طبقات میں اور ابن حجر نے اصابہ میں اور ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اس کی فصاحت وبلاغت خود کہے دیتی ہے کہ ابوطالبؑ ہی اس کے ناظم ہیں۔ یہ قصیدہ معلقات سبعہ سے کہیں فصیح تر اور ادائے معانی میں بلیغ تر ہے اس کے دو تین شعر خاص کیفیت کے ہیں:

لَعُمْرِیْ لَقَدْ کَلِّفْتُ وَجدًا یَا مُحَمّد
وَاحِبَبْتُهٗ حُبَّ الْمُحِبِّ الْمُوَاصِلِ

میری جان کی قسم میں محمدؐ کا دیوانہ ہوں اور میں انھیں دیوانہ وار چاہتا ہوں۔

وَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ ابْنَنَا وَبَیْنَنَا
اَمِیْنٌ وَلَا یَعْزِیْ الْقَوْلُ الْاَبَاطِلِ

سب کو معلوم ہے کہ ہمارا بچہ ہمارے درمیان امانتدار ہے اور وہ جھوٹا نہیں ہے

حَلِیْمٌ رَشِیْدٌ عَاقِلٌ غَیْرَ طَائِش
یُوَالِیَ اِلٰهًا لَیْسَ عَنْهُ بِغَافِلِ

محمدؐ حلیم ہیں، رشید ہیں، عاقل ہیں، عالی ظرف ہیں اور ایسے خدا کے والہ وشیدا ہیں جو انھیں بھولتا ہی نہیں ہے پھر ارشاد فرماتے ہیں:

فَدَيْتُ بِنَفْسِیْ دُوْنَهٗ وَحَمِيْتُهٗ
وَدَافَعْتُ عَنْهُ بالدر اری والكلاكل

میں نے اپنی جان ان کی حمایت میں وقف کی ہے اور دشمنوں کو اپنے سر سے اور سینہ کے زور سے ٹالا ہے۔

ابونعیم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابوطالبؑ کو رسولؐ اللہ سے بے حد محبت تھی اپنے بچوں کو بھی وہ اتنا نہ چاہتے تھے۔ سوتے تو حضورؐ کے بازو میں اور چلتے تو آپ کے ساتھ میں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ابوطالبؑ کو بے انتہا چاہتے تھے ابوطالبؑ کے دیکھے بغیر آپ کو چین نہ آتا تھا نہ چچا کا دل بھتیجے کے دیکھنے سے بھرتا تھا اور نہ بھتیجے کا کلیجہ ابوطالبؑ سے ملے بغیر ٹھنڈا ہوتا تھا۔

سیدنا علیؑ نے وفات ابوطالبؑ کی حضور میں خبر کی تو اس قدر روئے کہ زمین تر ہوگئی اور فرمایا: اِذْهَبْ فَغَسِّلْهُ وَكَفِّنْهُ دَوَارِهٖ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَرَحِمَهٗ۔ ''اے علی جاؤ انھیں غسل دو اور کفن دو اللہ ان کی مغفرت کرے اور ان پر رحم فرمائے۔'' (ابن سعد وابن عساکر) ابوداؤد نے سنن میں ابن جارود اور ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں اور نسائی نے سنن میں سیدنا علیؑ سے روایت کی لَمَّا مَاتَ اَبُوْ طَالِبٍ اَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَوْتِهٖ فَبَكٰى بُكَآءً شَدِيْدًا وَقَالَ اِذْهَبْ فَغَسِّلْهُ وَكَفِّنْهُ وَوَارِهٖ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَرَحِمَهٗ۔ ''جب ابوطالبؑ کا انتقال ہوا تو میں نے ان کے انتقال کی خبر رسولؐ اللہ کو دی۔ حضرت نے شدید گریہ فرمایا اور مجھ سے کہا جاؤ انھیں غسل دو اور کفن دو اور روایت کی گئی ہے کہ فرمایا اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور ان پر رحم کرے۔'' چھ محدثین نے اسناد صحیح سے اس کی روایت کی ہے اور نہ معلوم اور کتنوں نے کی ہوگی یہ حدیث بہرحال صحیح ہے۔ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ ادھر غفر اللہ لہ ورحمہ زبان وحی ترجمان سے نکلا اور اُدھر حضرت ابوطالبؑ مغفور اور مرحوم ہوگئے۔ زبان نبوت سے مغفرت یافتہ ہستی کی نسبت ہماری آنا کانی کیوں؟ ابن سعد نے طبقات میں باسناد صحیح حضرت عباس سے روایت کی کہ آپ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا ابوطالب کی بھی خبر ہے کہ نہیں حضور نے فرمایا: كُلُّ الْخَيْرِ اَرْجُوْا مِنْ رَبِّيْ۔ ان پر خدا کا فضل ہی فضل ہے۔

بعض ایمان ابوطالب کے قائل نہیں اور آیت اِنَّكَ لَاتَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ۔ ان کے عدم ایمان پر پیش کرتے ہیں۔ جو جسارت ہے کون کہہ سکتا ہے کہ یہ آیت عدم ایمان ابوطالب کی سند پر اتری؟ رسولؐ اللہ چپ ہیں، صحابہ خاموش تابعین مختلف الرائے، مقاتل اور مجاہد کا خیال ہے کہ یہ آیت عدم ایمان ابوطالب پر نص ہے مگر ضحاک اور کلبی کا قول ہے کہ حارث بن نوفل بن عبدالمطلب کے بارہ میں اُتری ہے۔ فخر رازی کا فیصلہ یہ ہے کہ اس آیت سے عدم ایمان ابوطالب کا احتمال پیدا کرنا بھی کم نظری ہے۔ فقیر عرض پرداز ہے کہ کسی کے ایمان یا عدم ایمان کا قطعی فیصلہ نہ مقاتل کر سکتے ہیں نہ مجاہد حضور نے جب ان کے بارے میں غفر اللہ ورحمہ فرمایا تو مجاہد اور مقاتل کی اب کون سی ضرورت رہی؟

ایک آیت سورۂ برأت مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۔ بھی پیش کی جاتی ہے مفسرین کے نزدیک اس کے تین شان نزول ہیں ایک ابوطالب اور دوسری حضرت آمنہ تیسری عامّہ مشرکین۔ ابوطالب والی روایتیں یا تو منقطع ہیں یا منکر۔ اور حضرت آمنہ کی متعلق روایتیں موضوع ہیں رہی تیسری وجہ یہ درایتاً

ورواۃً درست معلوم ہوتی ہے۔ ابن منذر نے تفسیر میں، ابوالشیخ نے عظمت میں، ابن ابی حاتم نے تفسیر میں، نسائی نے سنن میں، حاکم نے مستدرک میں، ابویعلی نے مسند میں سیدنا علیؑ سے روایت کی کہ دو مسلمان اپنے مشرک والدین کے لئے دعائے مغفرت کر رہے تھے میں نے حضور کو مطلع کیا اس کی تھوڑی دیر بعد یہ آیت نازل ہوئی اس کی تائید احادیث ابن عباس مرویہ طبرانی وبیہقی وابن مردویہ وابن ابی حاتم وابن جریر بھی کر رہی ہیں۔ اس کو کھینچ تان کر حضرت آمنہؑ یا حضرت ابوطالبؑ کی طرف پھیرنا بڑی گستاخی ہے۔ علاوہ برایں یہ آیت مدنی اور سورۂ برأت مدنی پھر اس کا نزول حضرت ابوطالب کے لئے کس طرح ہوسکتا ہے جو اس آیت کے نزول سے بارہ سال پہلے دنیا سے گئے گذرے تھے۔

ایک اور حدیث بھی پیش کی جاتی ہے جو بخاری میں تین جگہ مروی ہے اور جس کی امام احمد، مسلم، ابن ابی شیبہ، نسائی وبیہقی نے بھی سعید بن المسیب عن ابیہ سے روایت کی ہے:

حَدَّثَنَا اِسْحَاق اَخْبَرَنَا یَعْقُوْبَ بْنَ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِی عَنْ صَالِحٍ عَنْ اِبْنِ شَھَابٍ قَالَ اَخْبَرْنِی سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیِّبِ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّہٗ اَخْبَرَہٗ لَمَّا حَضَرَتْ اَبَاطَالِبِ الْوَفَاۃِ جَائَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَہٗ اَبَا جَھْلٍ وَعَبْدُ اللّٰہِ بْنِ اَبِی اُمَیَّۃَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَبِی طَالِبٍ یَا عَمّ قُلْ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کَلِمَۃٌ اَشْھَدُ لَکَ بِھَا عِنْدَ اللّٰہِ فَقَالَ اَبُوْ جَھْلُ وَعَبْدُ اللّٰہِ یَا اَبَا طَالِب اَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّۃِ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ یَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْرِضُھَا عَلَیْہِ وَیَعُوْدُ اَنْ بِتِلْکَ الْمَقَالَۃِ حتّٰی قَالَ اَبُوْ طَالِبُ اٰخِرُ مَا کَلَّمَھُمْ ھُوَ عَلٰی مِلَّۃِ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَاَبٰی اَنْ یَقُوْلَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَا وَاللّٰہِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَکَ مَا لَمْ اِنَّہٗ عَنکَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْہِ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِکِیْنَ ...الخ

بخاری جلد اول ص ۱۵۰ کتاب الجنائز) اس کی اسناد میں ابراہیم بن سعد بن عبدالرحمن بن عوف ہیں جن کو یحییٰ بن سعید جیسے نقاد حدیث نے ضعیف لکھا ہے اور ابن عدی نے انھیں راوی المنکرات عن الزہری کہا ہے اور خود بخاری نے ان کی ایک روایت پر **ھذا اسناد لا یعرف** تحریر کیا ہے دوسرے شخص صالح بن کثیر ہیں ان کی ابوزرعہ اور نودی نے تضعیف کی ہے۔ اس حدیث کی بخاری نے اور بھی دو طریق سے اور دیگر محدثین نے بھی اپنے اپنے اسناد سے روایت کی ہے مگر ساری روایتوں کا دارومدار سعید بن المسیب عن ابیہ پر ہے۔ سعید خیر التابعین، ثقہ، امام اور حجۃ ہیں مگر ان کے والد مسیب بن حزن اور مسیب کے بھائی حکیم بن حزن صغار صحابہ سے تھے یہ دونوں بھائی اپنے والد حزن بن ابی وہب مخزومی کے ساتھ بنابراکثر الروایات فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے اور بروایت محمد بن اسحٰق حکیم بن حزن اور ان کے باپ حزن جنگ یمامہ میں اور مسیب شام میں شہید ہوئے مسیب سے ان کے فرزند سعید کے سوا کسی اور نے نہ کچھ سنا نہ روایت کیا اور روایت بھی بس یہی ایک یہ یقینی بات ہے کہ ابوطالب کی وفات کے وقت وہ مسلمان نہ تھے بلکہ حاضر بھی نہ تھے۔ شاید ابوطالب کو دیکھا بھی نہ ہوگا کیونکہ وہ صغیرالسن صحابہ سے تھے علامہ عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں عبداللہ بن ابی اُمیہ کا بحالت کفر وفات ابوطالب کے وقت موجودہ حاضر رہنا مسلم ہے مگر مسیب بن حزن کا بحالت اسلام تو کجا بحالت کفر بھی

وفات ابوطالب کے وقت وہاں حاضر رہنا نہ کسی صحیح روایت سے ثابت ہے نہ کسی ضعیف سے ضعیف روایت سے منقول ہے۔(کتاب التفسیر عمدۃ القاری ص ۸۴ جلد نہم) کرمانی فرماتے ہیں یہ تینوں روایتیں شرط بخاری پر صحیح نہیں ہیں کیونکہ مسیب سے ان کے فرزند کے سوا کسی اور نے اس کی روایت نہ کی اور بخاری شریف کی شرط سے کم از کم دو شخصوں کا روایت کرنا ضروری ہے۔

(عمدۃ القاری جلد تاسع ص ۸۴)

روایت کے سیاق وسباق سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی دیکھے ہوئے شخص نے یہ سارا قصہ بیان کیا ہے۔ چنانچہ حدیث کا آخر ٹکڑا حتّٰی قَالَ اَبُوْ طَالِبُ اٰخِرَ مَا کَلِمَهُمْ هُوَ عَلٰی مِلَّةِ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَاَبِیْ اَنْ یَقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَا وَاللّٰهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَکَ مَالَمْ اَنَّه عَنْکَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْهِ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَسْتَغْفِرُ لِلْمُشْرِکِیْنَ... الخ

خود شاہد عینی کا بیان معلوم ہوتا ہے جو لازماً اس وقت مسلمان رہا ہو کیونکہ کافر اگر ہوتا تو کلمۂ لا الٰہ الّا اللہ اپنی زبان سے نہ نکالا ہوتا اور قرآن کی آیت مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ کو جو بحیثیت اس کے مشرک رہنے کی اس کی ہی توہین میں ہے اس نے اپنی زبان سے نہ دہرایا ہوتا حالانکہ ضعیف سی روایت بھی یہ نہیں بتاتی ہے کہ مسیب بن حزن اس وقت مسلمان تھے اور ضعیف سے ضعیف روایت اس کی بھی نہ ملتی ہے کہ مسیب بن حزن کے نام سے اس روایت کا نشوونما ہوا ہے اس مجلس میں بحالت کفر ہی کیوں نہ ہو، حاضر تھے۔ سب سے بڑھ کر اعجوبہ اس میں یہ ہے کہ جنگ تبوک میں جو آیت نازل ہوئی اس کی خبر بارہ سال پہلے سے اس راوی کو جو مسیب بن حزن کے نام سے پیش کئے گئے ہیں کس طرح اور کیونکر ہوگئی تھی! کیا ایسی ہی روایت کے برتے رسولؐ اللہ کے ایک فدائی چچا یعنی حضرت ابوطالبؑ کا عدم ایمان ثابت کیا جانا چاہئے؟

روایات صحیحہ سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ آیت ابوطالبؑ کے حق میں نازل نہ ہوئی اور سعید بن المسیب عن ابیہ والی روایت خود کہے دیتی ہے کہ وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس سے نفی ایمان ابوطالب کی جاسکے درایت سے بھی ادنیٰ سا قرینہ اس میں نہیں ملتا کہ بارہ سال قبلِ نزولِ آیت جس کا انتقال ہوا ہو اس کے حق میں یہ نازل ہوئی ہوگی مگر صحیح بخاری والی روایت تو علانیہ کہہ رہی ہے کہ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی چنانچہ بخاری کا یہ فقرہ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِیْهِ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا نہ صرف احتمال بلکہ اسی وقت پر نزول آیت کا یقین دلا رہا ہے جو جملہ مفسرین تاریخ اور واقعہ کے خلاف ہے کیونکہ یہ سورۂ برأت مدنی ہے اور تبوک کے بعد اس کا نزول ہوا اسی کی چالیس آیتوں کے ساتھ حضرت علیؑ کو حضورؐ نے مکہ معظّمہ روانہ فرمایا تھا اور یہ سال ۹ ہجری تھا۔

مگر حدیث بخاری سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ادھر رسولؐ اللہ نے اَمَا وَاللّٰهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَکَ مَالَمْ اَنَّه عَنْکَ فرمایا اور ادھر آیت مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ نازل ہوئی اور یہ بات واقعہ کے خلاف ہے۔ مزید برآں اس روایت کے بالکل خلاف میں محمد بن اسحاق نے جنھیں شعبہ جیسی عظیم الشان ہستی امیر المومنین فی الحدیث مانتی ہے اور جس کو بخاری جیسے امام فن، حدیث کا امام مانتے ہیں عباس بن عبدالمطلب سے ثبوت ایمان ابوطالبؑ کی عینی شہادت ایسی پیش کی ہے کہ حضرت عباس اسی محفل میں اور اسی وقت عرض کرتے ہیں میں نے ابوطالبؑ کو وہی کلمہ کہتے سنا ہے جو آپ نے ابھی انھیں کہنے کو فرمایا تھا آپ اس خبر سے

مسرور ہوجاتے ہیں اور چچا کے جنازہ کے ساتھ ساتھ تشریف فرما ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں خدا تمہیں بخشے اور جزائے خیر دے تم نے میری محبت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

(مدارج النبوۃ، جلداول ص ۵۲۴)

اس روایت پر اعتراض یہ ہے کہ حضرت عباس اس وقت مسلمان نہ تھے ان کی شہادت کیونکر قبول ہو۔ جواب یہ ہے کہ خود رسولؐ اللہ نے ان کی شہادت قبول فرمائی اور مسرت کا اظہار فرمایا تھا یہ کافی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری والی روایت مسیب بن حزن پر بھی یہی اعتراض ہوسکتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ اس جلسہ میں موجود بھی نہ تھے باوجود ان کے اس مجلس میں حاضر نہ رہنے کے اور باوجود ان کے اس وقت مسلمان نہ رہنے کے ان کی منسوبہ روایت سے نفی ایمان ابوطالبؑ کا فیصلہ محض فرضی شہادت پر جیسے کردیا گیا ہے اسی طرح سے ایمان حضرت ابوطالبؑ بھی حضرت عباس کی شہادت سے قابل قبول ہے کیونکہ حضرت عباس برادر ابوطالبؑ بھی تھے اور حاضر الوقت بھی تھے اور اپنے اسلام کے بعد بھی اس کی روایت کی ہے کیونکہ حضرت عباس سے جنھوں نے اس کی روایت کی ان میں حضرت عباس کے صاحبزادہ عبداللہ بن عباس بھی ہیں۔

ثبوت ایمان ابوطالبؑ کے بڑے حامی علمائے اہلسنت سے علی بن حمزہ نصری سہیلی، محمد بن اسحاق، مسعودی، ابن سید الناس، شیخ عبدالحق دہلوی ہیں چنانچہ شیخ کے الفاظ یہ ہیں:

''و نیز می آرند کہ عباس سر خود را نزد او برد و شنید ازوی کلمۂ شہادت را و بحضرت برسانید و گفت اَسلَمَ عَمَّکَ یَارَسُولَ اللّٰہِ پس خوشحال شد آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم''۔ (مدارج جلداول ص ۴۹۹)

نیز نجات و مغفرت حضرت ابوطالبؑ کے قائلین میں امام ابو منصور ماتریدی، امام اشعری، غزالی، امام الحرمین، سیفا قسی، امام نسفی باقلانی، سفرائنی، قرطبی، تقی سبکی اور شعرانی اساطین علمائے اہلسنت ہیں بلکہ احمد بن حسین موصلی شرح شہاب الاخبار میں لکھتے ہیں کہ بغض ابوطالبؑ کفر ہے۔ اِنَّ بُغْضَ اَبِیْ طَالِبٍ کُفْرٌ وَنَصَّ عَلَیْہِ الشَّیْخُ عَلَی الْاُجْھُوْرِی مِنَ الْمَالِکِیَّۃِ وَالْقَاضِی تِلْسَمَانِی مِنَ الْحَنِیْفَۃِ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

❁❁❁